ڈاکٹر محمد سلیم شاہ
اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ایک درویش صفت عالم دین

علامہ اقبال نے فرمایا ہے……

نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال
فقیر راہ نشین است دل غنی دارد

میں نے اس شعر کا صحیح مصداق اپنی زندگی میں مولانا شیر علی شاہ (مرحوم) کو پایا ہے۔ وہ تمام علم و فضل کے باوجود ایک حقیقی عاجزی کرنے والے عالم تھے۔ انہوں نے کبھی اشارتاً بھی یہ نہیں کہا کہ وہ بہت علم و فضل والے ہیں، حالانکہ وہ ذہانت اور علم کے اعتبار سے اپنے اقران میں یکتا تھے۔

پہلی ملاقات

ان سے میری پہلی ملاقات اسوقت ہوئی تھی جب وہ دارالعلوم حقانیہ میں استاد تھے اور میں اکوڑہ خٹک ہی میں فنون کا طالب علم تھا۔ مولانا سید شیر علی شاہ اپنے اساتذہ میں سب سے کم عمر استاد تھے، وہ اکوڑہ خٹک کے ہی رہنے والے تھے اور سادات خاندان سے ان کا تعلق تھا۔

بحیثیت سماجی و سیاسی کارکن

وہ اکوڑہ خٹک کے اندر لوگوں کی خوشی غمی میں شرکت کرتے تھے اور اتفاق سے 1969 میں انتخابی مہم کا آغاز ہو گیا اور جمعیت علمائے سلام کے اکابرین نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کیلئے مجبور کر دیا تو وہاں کے مقامی علما میں مولانا سید شیر علی شاہ ہی تھے جو دن رات حضرت شیخ الحدیثؒ کی انتخابی مہم چلاتے رہتے تھے، اس سلسلے میں ان کو بہت بڑی قربانی بھی دینی پڑی۔ مخالفین نے ہر قسم کا دباؤ آزمایا لیکن مولانا صاحب ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے اور 1970 کے انتخابات میں مولانا عبدالحقؒ نے تمام امیدواروں کو شکست دے کر کامیابی حاصل کی۔ انکے بڑے مخالفین میں اسوقت جناب اجمل خٹک صاحب تھے جنکے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تحصیل نوشہرہ سے اجمل خٹک ،جنکو اسوقت کے نیشنل عوامی پارٹی کی اندھی حمایت حاصل تھی ، ہار جائے گا لیکن مولانا عبدالحقؒ کی عظمت اور مولانا سید شیر علی شاہ کی محنت کے سامنے وہ بھی ہار گئے اور وہ سیٹ مولانا کے نام ایسے ہو گئی کہ بعد میں بھی بہت سارے لوگ صرف اسی وجہ سے نوشہرہ میں انتخاب لڑنے سے گریز کرتے تھے کہ وہاں مولانا عبدالحق کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اور جب صوبہ سرحد (موجودہ

خیبر پختونخواہ) کے اسوقت کے وزیر اعلی جناب نصر اللہ خٹک سے ایک مرتبہ انکی پارٹی کے سربراہ نے شکست کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ''آپ نے مجھے پیغمبر کے مقابلے میں کھڑا کر دیا تھا''

تعلق اور وابستگی

مولانا سید شیر علی شاہ سے اسکے بعد میرا تعلق اسوقت قائم ہوگیا جب وہ جامعہ اسلامیہ کی کلیة الشریعة کے طالب علم تھے۔ سعودی عرب نے پاکستان کے دس علمائے کرام کو تکمیل علم کیلئے مدینہ یونیورسٹی میں بلایا تھا، دارالعلوم حقانیہ نے اس سلسلے میں مولانا سید شیر علی شاہ کا نام پیش کر دیا۔ چنانچہ وہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ چلے گئے۔ میں جب 1975 میں بنوری ٹاؤن کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوگیا اور اتفاق سے دورہ حدیث میں اول پوزیشن حاصل کی تو بہت سارے اساتذہ اور خیر خواہوں نے کہا کہ میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں داخلہ کی درخواست دوں، اور اسی طریقے سے وہاں پر میری علم کی تکمیل ہو جائے گی، چنانچہ میں نے مولانا سید شیر علی شاہ صاحب کو ایک خط لکھا اور ساتھ ہی وفاق کے نتیجے کی ایک کاپی ارسال کر دی، مولانا کا جواب انتہائی تسلی بخش تھا۔ اس لئے میں نے تہیہ کر کے اپنے کاغذات مدینہ یونیورسٹی بھجوا دیے۔ ابھی میں رمضان کی تعطیلات میں گاؤں آیا ہوا تھا کہ شوال کے آخر میں جب واپس اپنے مدرسہ مظہر العلوم کراچی پہنچ گیا، تو وہاں کے ناظم نے ایک خط پکڑایا جو مدینہ منورہ سے آیا تھا۔ جب خط کھولا تو اشعار بالقبول یعنی مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کی خوشخبری تھی۔ میں نے مدینہ جانے کی تیاری شروع کر دی اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

ضرورت کی اشیاء اور رقم دے دی

مولانا شیر علی شاہ دیگر ساتھیوں کے ساتھ حج کیلئے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ انکی واپسی کے بعد جب میں ان سے ملا تو انہوں نے میری ضرورت کی بہت ساری اشیا اپنی طرف سے فراہم کر دیں اور کچھ رقم بھی تھمائی اور کہا کہ اسکی ضرورت پڑے گی اور تاکید کی کہ آپ نے یہاں عربی سیکھنی بھی ہے اور لکھنی بھی ہے اور اسمیں کبھی بھی سستی نہیں کرنی۔ چنانچہ کلیة الدعوة واصول الدین میں میرا داخلہ ہوگیا اور وہاں سے استفادہ کیا۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب سے عموما حرم نبوی اور کبھی کبھی یونیورسٹی میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

ہمارے سرپرست

وہ اسوقت ہمارے سرپرست تھے اور اگر انکی سرپرستی نہ ہوتی تو ہمیں بہت تکلیف اٹھانی پڑتی مگر یہ سب کچھ ان کی سرپرستی نے آسان کر دیا۔ یہ سال 1976 کلیة الدعوة میں ہمارا پہلا سال تھا، جبکہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کا آخری سال تھا۔ سال کے آخر میں جب مولانا کلیة الشریعة سے فارغ ہو گئے تو انکو ماجستیر (ایم اے تفسیر) میں داخلہ مل گیا۔ ہم کبھی کبھی شہر میں ان کی رہائش گاہ پر جا کر ان سے ملتے تھے اور مدینہ منورہ سے متعلق بہت سارے نصائح ان سے حاصل کرتے رہتے تھے۔

مدینہ منورہ کے عاشق

مولانا مدینہ منورہ کے ایک صحیح عاشق تھے۔ مدینہ منورہ میں مختلف قسم کے مکانوں میں وہ فیملی کے ساتھ رہ چکے تھے، لیکن مدینہ کے درودیوار کے قدردان تھے۔ کبھی بھی انہوں نے شکایت نہیں کی کہ مکان چھوٹا ہے یا ضروریات سے کم ہے۔ آخر میں انہوں نے ایک خاندانی ضرورت کے پیش نظر اپنے اہل وعیال کو واپس بھیج دیا اور خود مدینہ منورہ کے شہر کے اندر کبھی کسی رباط اور کبھی کسی مکان میں رہتے تھے تاکہ مدینہ منورہ کے ایک شہری کی حیثیت ان کو حاصل رہے۔ ہم تو ''لیسانس''، یعنی گریجویشن کی ڈگری لیکر واپس فیصل آباد آ گئے لیکن مولانا ''ماجستیر'' ہی میں تھے اس لئے وہ وہیں رہ گئے۔

عاشق صادق کی ثابت قدمی

اس دوران وہاں کے باشندوں پر مختلف قسم کا اتار چڑھاؤ آ گیا، لیکن مولانا ایک صحیح عاشق مدینہ کی طرح اسمیں ثابت قدم رہے۔ آخر میں انکو حرم مدینہ میں تفسیر قرآن پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی جو وہ پشتو زبان میں سرحدی پٹھانوں اور افغانوں کیلئے کرتے رہتے تھے۔ سعودی عرب کی پالیسی تبدیل ہونے پر انکو ریالوں میں بڑی تنخواہوں کی آفر ہوئی مگر انہوں نے ایک بھی قبول نہیں کی، آخر کار انہوں نے سعودی ذمہ داروں کو یہ پیشکش کی کہ مجھے صرف ایک ہزار ریال دیا کریں اور حرم نبوی میں ترجمہ قرآن پشتو کے درس کی اجازت دیں اور کہا کہ یہ میرے لیے سب کچھ ہے۔ لیکن سعودی حکومت کی سخت پالیسی کی وجہ سے انکی یہ پیشکش مسترد ہوگئی تو مولانا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان کے تعلیمی اداروں میں آ گئے۔

مدینہ منورہ سے دارالعلوم حقانیہ تک

مولانا صاحب کی پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت بہت تھی لیکن جس ادارے بحوث علمی والدعو و الارشاد کی طرف سے وہ پاکستان میں بحیثیت استاد مبعوث ہوئے تھے، چنانچہ وہ کراچی آ گئے اور آخر کار میرانشاہ میں ایک مدرسے میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے مولانا سمیع الحق صاحب کو جب انکے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ میرانشاہ میں اگئے ہیں تو سعودی کلچرل آفس میں درخواست دی کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کو دارالعلوم حقانیہ میں مقرر کیا جائے۔ اور اسی طرح انہوں نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کا تبادلہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کرایا۔ دار العلوم حقانیہ میں انکے آنے سے ایک رونق پیدا ہوگئی۔ افغانستان سے لیکر صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا)، بلوچستان اور بقیہ پاکستان کے طلبہ نے دورہ حدیث اور تخصص میں ان سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ وہ آخر دم تک دارالعلوم سے وابستہ رہے۔ رمضان اور دیگر تعطیلات کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے، حتی کہ انکا جنازہ بھی دارالعلوم حقانیہ ہی سے اٹھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون